پیغمبر امن و سلامت ﷺ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آج اس دور میں جب کہ گمراہی کا ایک عظیم سیلاب بڑھتا چلا آرہا ہے اور مسلمان بالعموم غفلت اور لاپرواہی کی تاریکیوں میں ڈوب چکا مغربیت اور مغربی معاشرت نے لوگوں کے افکار و نظریات کا سانچہ ہی بدل ڈالا ان حالات میں ضرورت ہے کہ ہمہ گیر پیمانے پر مسلمانوں کے سامنے سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ اور آپ کی تعلیمات پیش کی جائیں تاکہ مسلمان ان ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی اسلامی اصول اور نظریات کے مطابق بنا سکیں۔

پیش نظر کتاب مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کا وہ بلند پایہ مقالہ ہے جو حضرت موصوف نے ۱۹۶۲ء میں لاہور میں منعقد ہونے والی سیرت کانفرس کے لئے مرتب فرمایا تھا۔ مقالہ کی عظمت اور افادیت کی خاطر "ادارۃ المعارف" اس کو عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

طالب دعا

محمد مشتاق ستی

خادم ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

۱۵ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

خصوصا علی سیدنا محمد المصطفی من یھدیۃ اھتدی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ جس کے سننے سنانے کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے درحقیقت شریعت اسلام اور قرآن کریم کی عملی تصویر کا دوسرا نام ہے جو دامن میں انسانی زندگی کے ہر دور اور ہر گوشے کے لئے ایسی اہم ہدایات رکھتی ہیں کہ ان کے بغیر کسی نظریہ اور کسی نظام میں انسان کی فلاح و بہبود ناممکن اور ان کو مکمل طور پر اختیار کرنے میں دین و دنیا کی مکمل فلاح و کامیابی یقینی ہے۔ ہر شعبۂ زندگی اور اس کی متعلقہ ہدایات کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صفات و حیثیات ہیں اور ہر صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کو اپنی تحریر و تقریر کا موضوع بنایا جائے۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

لیکن یہ ظاہر ہے کہ کسی ایک مجلس یا ایک مقالہ میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک صفت یا ایک حیثیت کو بھی پورا بیان کر دینا کسی کے بس میں نہیں۔ اتنا ہی کیا جا سکتا ہے کہ اس کا کوئی اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے۔ احقر نے اپنے مقالے کا عنوان "امن عالم کی حیثیت" کو قرار دیا ہے

اسی کے متعلق اپنی قدرت و بصیرت کی حد تک کچھ عرض کر رہا ہوں جس کو اقبال مرحوم نے اپنے ایک شعر میں بڑی بلاغت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

مزدکی ہو کہ فرنگی ہو مسِ خام میں ہے
امنِ عالم تو فقط دامنِ اسلام میں ہے

اس دنیا میں انسانوں کے مختلف طبقات میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک، بچے سے لے کر بوڑھے تک، ان پڑھ جاہل سے لے کر ایک ماہر عالم اور بڑے سے بڑے فلاسفر تک، ہر شخص کی جدوجہد اور محنت و کوشش میں اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو ثابت ہو گا کہ اگرچہ محنت اور کوشش کی راہیں مختلف ہیں مگر آخری مقصد سب کا ایک ہی قدر مشترک ہے اور وہ ہے "امن و سکون کی زندگی"

اور کسی نظریے کی صحت یا غلطی اور نظام کی خوبی یا خرابی کو جانچنے کا سیدھا سادھا راستہ بھی یہی ہے کہ اصل مقصد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے کہ یہ نظریہ اور نظام ہمیں اس مقصد تک پہونچاتا ہے یا نہیں۔ اور پہونچاتا ہے تو مکمل یا ادھورا۔ جو نظریہ اور نظام مکمل طور پر اس مقصد تک پہونچانے میں کامیاب ہے وہ صحیح اور صراط مستقیم ہے اور جو مقصد تک پہونچانے میں ناکامیاب یا مقصد سے دور کرنے والا ہے وہ باطل اور گمراہی ہے اور جو کسی درجہ میں مقصد سے قریب کرتا ہے وہ ناقص اور ادھورا ہے۔

اس اصول کو تسلیم کر لینے کے بعد آیئے اور دنیا کے قدیم و جدید نظریات اور نظاموں پر نظر ڈالئے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور آپ کی تعلیمات کا مطالعہ کیجئے اور سب کو اس نظر سے دیکھیے کہ ان میں سے کونسا نظریہ اور نظام ایسا ہے جو پوری دنیا اور تمام اولاد آدم

کو مکمل امن و سلامتی اور سکون و اطمینان بخشنے میں کامیاب ہے۔

اس نظریاتی مقابلے میں اگر آپ نے اپنے ذہن کو گرد و پیش کے تأثرات اور گروہی عصبیتوں سے آزاد رکھ کر غور کیا تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو اس کا ایک ہی جواب ملے گا کہ امن عالم کا ضامن نظریہ اور نظام صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی تعلیمات میں منحصر ہے۔

اس معاملے کی تفصیل اور تجزیہ میں جانے سے پہلے اس بات کو پیش نظر رکھیے کہ کسی قاتل ناحق کو قصاصاً قتل کرنا' یا کسی چور کو سزا دینا' یا کسی بدمعاش کو مارپیٹ کرنا' ڈاکوؤں کے منظم گروہ سے جنگ کر کے ان کو جرم سے روکنا یا ختم کرنا اگرچہ بظاہر کچھ انسانوں کو تکلیف میں ڈالنا یا ضائع کر دینا ہے مگر یہ کسی سمجھ دار انسان کے نزدیک عام دنیا کے امن و سلامتی کے منافی نہیں۔ بلکہ عام انسانوں کے امن و سلامتی اور سلامت و اطمینان کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر چند جرائم پیشہ لوگوں کو سزا دے کر تکلیف میں نہ ڈالا جائے تو پوری انسانیت کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اور پوری دنیا بدامنی اور بے چینی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد و غزوات اور آپ کے قائم کردہ حدود و تعزیرات سب اسی حقیقت پر مبنی ہیں جو اصلاح حال کی ساری تدبیروں سے مایوس ہو جانے کے بعد آخری علاج کے طور پر عمل میں لائی گئی ہیں۔ اب اصل مسئلے کی تنقیح کے لئے آگے بڑھئے۔

نظریہ اور نظام

میں نے اس جگہ دو لفظ استعمال کئے ہیں ایک نظریہ دوسرا نظام۔

نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جس کو انسان صحیح اور حق سمجھتا اور مقصود زندگی کو اس کے تابع چلاتا ہے اور نظام سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ کسی مقصد کو حاصل کیا جا سکے۔

انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور سنوار پر دنیا کی پوری قوموں کا بگاڑ اور سنوار موقوف ہے جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو گیا اور جس نے اپنا مقصد زندگی ہی کسی غلط چیز کو بنا لیا اس کا نظام کار کتنا ہی مستحکم اور معقول ہو وہ کبھی صحیح نتیجہ پر پہنچ نہیں سکتا اور جس کا نظریہ اور مقصد تو صحیح ہو مگر نظام کار غلط یا ناہموار ہے وہ بھی اپنی اس بے عملی سے اس نتیجے کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جو صحیح عقیدے اور نظریے پر مرتب ہونا چاہیے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا کے امن و سلامتی کی ضمانت لے کر تشریف لائے ہیں آپ نے اس دنیا کو نظریہ بھی وہ دیا جو عقل و فطرت کی رو سے بالکل حق و صحیح ہے اور نظام بھی وہ عطا فرمایا جو ہر شعبۂ زندگی میں نہایت معتدل، آسان اور فطری اور سو فیصد کامیاب ہے۔

اسلامی نظریے کے تین بنیادی اصول

اسلامی نظریہ جس کو لے کر رسول کریم صلی اللہ وسلم تشریف لائے وہ تین اصول پر مبنی ہے توحید۔ رسالت۔ آخرت۔ توحید کا حاصل یہ ہے کہ ساری کائنات کا خالق و مالک اور حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کو مانا جائے اس کی مخصوص صفات کمال علم، قدرت، خلق، تقدیر وغیرہ میں اس کے سوا کسی مخلوق کو شریک یا برابر نہ ٹھہرائیں او یہ عقیدہ رکھیں کہ اس جہان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے اذن و مشیت سے ہوتا ہے اس کے اذن کے بغیر کوئی

ذرہ نہیں ہل سکتا۔ سارا جہان اس کی ملک اور مملکت ہے اس میں صرف اسی کا حکم اور قانون چلنا چاہیے اس کے مخالف کوئی حکم اور قانون قابل عمل نہیں بلکہ قابل رد ہے ہاں اس نے اپنے کرم سے مباحات کا ایک بہت بڑا وسیع دائرہ رکھا ہے جس میں انسانوں کو اپنے اپنے زمانے اور اپنے مقام کے تقاضوں کے مطابق قانون سازی کا حق دیا ہے۔

اور جب عقیدۂ توحید نے انسان کو یہ بتلایا کہ سارے جہان کا مالک و پروردگار ایک ہے اسی کا حکم ماننا ہے۔ اس کی مرضی خلاف کوئی کام کرنا انسانیت کے خلاف ہے تو یہیں سے عقیدۂ رسالت خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ' کی بلکہ دنیا میں کسی انسان کی بھی پسند و ناپسند کو کوئی انسان محض اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا جب تک اسی کی طرف سے اس کا علم نہ ہو۔ اور احکام الہیہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے بتلانے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسان اس کا اہل نہیں ہو سکتا کہ براہ راست اللہ تعالیٰ اس کو خطاب فرماویں۔ اس لئے رسول کا واسطہ ضروری ہوا جو اللہ تعالیٰ کے احکام بتلائے اور ان پر عمل کے ایسے طریقے بتلائے جو اللہ تعالیٰ کی پسند کے موافق ہوں اس کا ہر قول و فعل احکام الہیہ کا ترجمان ہو۔

اور جب پہلے دو عقیدوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرنا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی جرم ہے تو یہیں سے تیسرا عقیدہ آخرت کا پیدا ہو گیا جس میں انسان کے بھلے برے اعمال کا حساب اور ان کی جزا و سزا کا ہونا عقلاً ضروری ہو گیا ورنہ احکام اور رسول کا بھیجنا بے کار ٹھہرتا ہے۔

غرض یہ تین اصولی عقیدے ایک دوسرے پر مرتب ہیں اور ان سب کی بھی اصل بنیاد توحید ہے اور وہی در حقیقت انسان کی ہر صلاح و فلاح اور امن و سلامتی، سکون و اطمینان کا سرچشمہ ہے جس کی تشریح عنقریب آجائے گی۔ اسلامی عقائد کی تفصیل و تشریح کا یہ مقام نہیں۔ اجمالاً اتنا ہی کافی ہے۔

نظامِ زندگی

جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو عطا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس کا رشتہ اسی نظریۂ توحید و خدا پرستی کے ساتھ وابستہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ اس کی وسعت میں وہ تمام اسباب معاش بھی آنے چاہئیں جو ایک انسان کو دنیا میں عافیت و اطمینان کے ساتھ باعزت زندہ رہنے کے لئے ضروری ہیں۔ گویا اسلامی نظام ایک سلسلہ ہے جس کا ایک سرا خالق کائنات سے ملتا ہے اور دوسرا مخلوق سے وابستہ ہے۔ اسی رشتے اور سلسلے کو عرف میں دین یا مذہب کہا جاتا ہے۔

فطری مذہب وہی ہو سکتا ہے جو دین و دنیا اور معاش و معاد دونوں کی کامیابی کا ضامن ہو

دین فطرت اور صحیح مذہب وہی ہو سکتا ہے جو خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کو اپنی اپنی حد میں پورا کرے۔ اور جس کے ذریعے ایک انسان بیک وقت اللہ تعالیٰ سے بھی پورا تعلق قائم رکھے اور تمام مخلوقات سے بھی، اپنے نفس اور اہل و عیال اور سب متعلقین کی ضرورتیں بھی پوری کرے اور

اپنے مالک و خالق کو بھی ہر قدم پر راضی رکھے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و رسل کے آنے کا مقصد وحید خالق و مخلوق میں اسی رابطہ کو مستحکم و مضبوط بنانا اور خلقِ خدا کو اسی نظام کا پابند بنانا رہا ہے۔ تمام آسمانی کتابیں اسی نظام کی تشریح و تکمیل کے لئے نازل ہوئیں۔ اور اسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ کوئی آسمانی شریعت و مذہب ایسا نہیں جس میں خدا و خلق دونوں کے حقوق کی ادائیگی اور تعلق مع اللہ اور تعلق مع الخلق کی ہمواری کا اہتمام نہ کیا گیا ہو جس کو دوسرے لفظوں میں معاش یعنی دنیوی زندگی' اور معاد (یعنی اُخروی زندگی) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اپنے اپنے زمانے میں ہر رسول و نبی معاش و معاد دونوں کی اصلاح و فلاح کا ضامن ہو کر آتا رہا ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ معاد یعنی اُخروی زندگی سے قطع نظر کر لی جائے تو معاش یعنی دنیوی زندگی بھی ہموار اور پر لطف نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح معاش سے قطع نظر کر کے معاد کی فکر بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ نصاریٰ کے دین میں جو رہبانیت (یعنی ترکِ دنیا) کی تعلیم بتلائی جاتی ہے وہ بھی عیسائیوں کی اپنی اختراع ہے نہ خدا تعالیٰ نے اس کا حکم دیا نہ ان کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔ اسی لئے قرآن کریم نے واضح کر دیا۔ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔ (یعنی انہوں نے رہبانیت کی بدعت خود نکالی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا) غرض نہ معاد کے بغیر معاش درست ہو سکتا ہے اور نہ عادۃً معاش کے بغیر عام لوگوں کے لئے معاد کی فکر کامیاب ہو سکتی ہے اور ہر آنے والا رسول چونکہ خدا و خلق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کا اصل فریضہ یہی ہوتا ہے کہ وہ

انسان کے معاد کے ساتھ معاش کو بھی درست کرے اور معاد کی اہمیت اور اوّلیت کو ان کے ذہنوں سے غائب نہ ہونے دے۔ وہ جس قدر اس فریضے کی ادائیگی میں کامیاب ہوتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہوتا ہے ارشاد ربانی۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ یعنی ہم نے ان رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ انہیں درجات کامیابی کا نتیجہ ہے۔

فرائضِ رسالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی تمام انبیاء علیہم السلام پر فائق ہے

ہمارے آقا سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الرسل اور امام الانبیاء قرار دینے کی بڑی وجہ بھی اصلاح خلق کے بارہ میں آپ کی وہ حیرت انگیز کامیابی ہے جو تمام انبیاء سابقین کے مقابلے میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔

میدانِ حشر میں حسبِ تصریحاتِ حدیثِ نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام انبیاء سابقین کی امتوں سے زیادہ بھی ہوگی اور فائق بھی۔

جس زمانے، جس ملک اور جس قوم میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے وہ اصلاح سے انتہائی دور تھی

حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا زمانہ وہ انتہائی ظلمت و گمراہی کا زمانہ تھا جس میں تقریباً پورا عالمِ انسانیت مشرق سے لے کر مغرب تک خدا سے اپنا رشتہ یکسر توڑ چکا تھا۔ انسان خدا و آخرت کو بھلا کر دنیا کے عام جانوروں کی طرح صرف پیٹ بھرنے اور چند روزہ راحت

ولذت حاصل کر لینے کو ہی اپنی معراج کمال سمجھ بیٹھا تھا۔ قرآن کریم نے ان کے اسی حال کو بیان فرمایا۔ وَرَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا یعنی یہ لوگ صرف دنیا کی زندگی پر مگن ہو گئے اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے۔ اور حقیقت شناس اہلِ بصیرت کے نزدیک ان کی مثال اس وقت اس بچے کی سی تھی' جو ایک کروڑ روپے کے چیک کو پھینک کر ایک جھنجھنے پر راضی ہو جائے۔ حقیقت شناس لوگوں کی نظر میں صرف دنیا پر مٹنے والے لوگ سب کے سب نابالغ بچے ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ دانائے روم نے خوب فرمایا۔

خلق اطفال اند جز مردِ خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو کر خدا و آخرت کو بھلا دینے والا رنگین پردوں کو اپنا محبوب سمجھ بیٹھتا ہے یہاں ضرورت ہوتی ہے کسی حقیقت شناس صاحبِ بصیرت کی جو اس کی نگاہ کو ان پردوں سے آگے بڑھا کر مقصود اصلی تک پہنچائے۔ مولانا جامیؒ نے فرمایا۔

ہمہ اندر زمنِ ترا زین ست
کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

اور جب کوئی ان رنگین پردوں کا فریب خوردہ حقیقت سے روشناس ہو جاتا ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے۔

جزاک اللہ چشم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

اُس وقت اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ میں نے جس چیز کو اپنا محبوب بنایا ہوا تھا وہ محض ایک فریب تھا محبوب اس سے وراء الوراء تھا۔

کچھ بھی مجنوں جو بصیرت تجھے حاصل ہو جائے
تو نے لیلیٰ جسے سمجھا ہے وہ محمل ہو جائے

غرض خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ بعثت وہ زمانہ ہے جب تقریباً ساری دنیا خدا، آخرت اور معاد کا سبق قطعاً بھلا کر صرف معاش کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ انسان اپنی اصلی حیثیت کو بھلا کر زیادہ سے زیادہ ایک ہوشیار جانور بن کر رہ گیا تھا جو اپنی ہوشیاری سے دوسرے جانوروں پر حکومت کرتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئینۂ حقیقت نما دکھلا کر ان کو ان کی اصلی صورت و شکل اور اس کے تقاضوں سے آگاہ کیا جس کا حاصل خدا شناسی اور خدا پرستی ہے۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تصورِ معاد کے بغیر معاش بھی کبھی ہموار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان کے معاش میں بھی طرح طرح کی ناہمواریاں ظلم و جور' چوری' ڈاکہ' بدمعاشی' عیاشی' بے حیائی بری طرح چھا گئی تھی۔

یہ وہ سنگلاخ زمین اور ظلم و ظلمت سے لبریز فضا تھی جو سید الرسل فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے لئے عطا ہوئی۔ پھر اس وقت کی دنیا اگرچہ خدا اور آخرت کو ساری ہی بھلا چکی تھی۔ مگر انسانی معاشرت' تہذیب اور تعلیم کے اعتبار سے اس کے خطوں میں خاصا تفاوت تھا۔ مصر و شام' ہندو چین معاشی علوم و فنون میں اور اس کے ساتھ انبیاء سابقین کی لائی ہوئی تہذیب کے مٹے ہوئے آثار میں دوسرے ملکوں اور خطوں سے ممتاز تھے۔ خصوصاً ملک شام میں انبیاء بنی اسرائیل اس کثرت سے مبعوث ہوئے تھے کہ مٹتے مٹتے بھی ان کی تعلیم کے بعض آثار وہاں قائم تھے۔

مگر رب العزت نے اپنے آخری رسولؐ کی پیدائش اور بعثت کے لئے

ان سب مہذب اور تعلیم یافتہ ممالک سے ہٹ کر اس خطے کا انتخاب فرمایا جو نہ زراعتی ملک ہے نہ تجارتی' نہ صنعتی اور تعلیمی بلکہ اس ملک کے باشندوں کا امتیاز ہی یہ تھا کہ امیین (یعنی اَن پڑھ) کہلاتے تھے۔ انہیں میں آپؐ پیدا ہوئے انہیں میں جوان ہوئے انہیں میں مبعوث ہوئے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (۶۲ : ۲) میں حق تعالیٰ نے آپ کے اسی کمال کو واضح فرمایا ہے کیونکہ کسی ماہر بڑے ڈاکٹر کا کمال اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اس کو کسی سسکتے ہوئے قریب المرگ مریض کا علاج کرنا پڑے اور وہ اس میں کامیاب ہو۔ اہل عرب عموماً جاہل تھے بجز ان چند افراد کے جو ملک شام وغیرہ میں جا کر کچھ تعلیم حاصل کر آئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بھی کہیں موقع نہیں ملا کہ کسی تعلیمی جگہ میں چند روز قیام کر کے وہیں سے کچھ سیکھ لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا آپ کی شان رسالت کے لئے طغرائے امتیاز بنا

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اعلیٰ وصف اُمّی ہونا تھا۔ یہ یاد رہے کہ اُمّی کے معنی اَن پڑھ کے ہیں یعنی جس نے کسی انسان سے پڑھا نہ ہو۔ اس کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ بے علم ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سب پہلی نازل ہونے والی سورت اِقْرَأْ میں یہ بتلا دیا ہے کہ علم حاصل ہونے کی جیسے ایک صورت معروف و مشہور یہ ہے کہ استاذ اور قلم کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔ اسی طرح ایک صورت یہ بھی ہے' کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بدون ان واسطوں کے براہِ راست علم عطا فرما دے۔ اسی لئے سورۃ مذکورہ

میں۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ کے بعد۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ فرما کر اس دوسری قسم کی طرف اشارہ فرمادیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اُمّی تھے آپ نے کسی معلّم یا استاد سے کچھ نہیں سیکھا مگر حق تعالیٰ نے آپ کی تعلیم کا خود بتکفّل فرمایا اور آپ کو تمام علوم اولین و آخرین کے خزانے عطا فرما دیئے۔

اُمّی لوح خوانِ مَا اَوْحٰی

نقد یثرب سلالہ بطحا

آپ کی زبان مبارک پر علم و حکمت کے وہ راز کھلے جن کو سنکر دنیا کے عقلاء و فلاسفر حیران رہ گئے آپ کی ہدایات اور تعلیمات خود ہی معجزہ اور بہت بڑا معجزہ بن کر لوگوں کے سامنے آئیں کہ ان کو سننے والا یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ علیم و خبیر کی دی ہوئی ہدایات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کی حیرت انگیز خصوصیات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف علم کے خزانے عطا فرمائے گئے بلکہ تعلیم و تربیت کے وہ انداز بھی آپ کو سکھلا دیئے گئے جن سے کام لے کر آپ نے ان جاہل، ناسمجھ، خودرائے، مغلوب الغضب، جنگجو لوگوں کو انسان کامل کا پیکر بنا دیا۔ اور یہ قریب الموت بیمار نہ صرف شفایاب ہوئے بلکہ دنیا کے لئے مسیحا ثابت ہوئے۔ دنیا کے انصاف پسند غیر مسلم بھی آج تک ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیاست اور عدل و انصاف کا لوہا ماننے پر مجبور ہیں۔ مسٹر گاندھی کا وہ ہدایت نامہ ابھی تک بہت لوگوں کو یاد ہو گا جو انہوں

نے اپنے کانگریسی وزراء کو لکھا تھا جس میں یہ ہدایت درج تھی کہ ابو بکرؓ و عمرؓ جیسی حکومت کرو۔ اور جب اس پر ان کے ہم مذہب بعض ہندوؤں نے غیرت عصبیت کی بنا پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے ہندو مصلحین میں سے کسی کا نام کیوں نہ لیا تو مسٹر گاندھی نے اس کا جواب بھی اپنی انصاف پسندی سے یہ دیا کہ ہندو مصلحین کی حکایات زمانۂ قبل از تاریخ کی کہانیاں ہو کر رہ گئی ہیں زمانۂ تاریخ میں مجھے ابو بکرؓ و عمرؓ سے بہتر حکومت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

یہ ابو بکرؓ و عمرؓ بھی اسی قوم اُمّیین کے افراد تھے۔ یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ان کے یہ علمی اور عملی اخلاقی کمالات کہاں سے آئے یہ نہ کسی تعلیم گاہ کے فاضل تھے نہ کسی آکسفورڈ یونیورسٹی کے سند یافتہ۔ انہوں نے صرف نبی الانبیاء حکیم الحکماء کی چند روزہ صحبت پائی تھی جو کچھ سیکھا وہیں سے سیکھا۔

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
وہ چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم تو خلافت راشدہ کے اعضاء ہیں اس کی وجہ سے تمام دنیا کی نظریں ان پر پڑتی ہیں لیکن جن لوگوں نے عرب کے حالات قبل از اسلام اور بعد از اسلام کا کبھی موازنہ کیا ہو وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک صحابی آپ کا مستقل معجزہ ہے ان کی علمی عملی اخلاقی کایا پلٹ بلاشبہ معجزہ ہی ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیس سال تو ایسی خموشی اور

یکسوئی میں گذرے کہ مکے کے باشندے آپ کی ثقاہت و امانت اور شرافت نفس کے تو ایسے قائل تھے کہ پورے مکے میں آپ کا لقب امین مشہور تھا۔ مگر کسی بازار کسی جلسے کسی ہنگامے میں کبھی شرکت نہ فرمائی۔

شعر و شاعری عرب کی فطری چیز تھی ہر مرد و عورت شعر کہتا اور اس کو اپنے قومی جلسوں میں سناتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان امتیاز کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ظاہری وجہِ شہرت سے بھی الگ رکھا اور قرآن میں فرما دیا۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ۔ "یعنی ہم نے ان کو شعر نہیں سکھلایا اور شعر گوئی آپ کے لئے شایان شان بھی نہ تھی۔" غرض چالیس سال تو بالکل خموشی اور یکسوئی میں گزرے اس کے بعد جب آپ کو عہدۂ نبوت و رسالت عطا ہوا۔ وحی الٰہی کا فیضان ہوا تو تاریخ شاہد ہے کہ زمانۂ نزول وحی کے ابتدائی تیرہ سال جو مکہ میں گزرے ہیں وہ آپ کے اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کے لئے انتہائی سخت اور صبر آزما تھے۔

پوری قوم کی مخالفت اور شدید مشکلات اور حیرت انگیز کامیابی

جہاں بلند آواز سے اذان دینے پر قدرت نہ تھی، جہاں دوستی کے جواب میں دشمنی، خیر خواہی کے جواب میں پتھراؤ، کلمۂ حق کے جواب میں گالیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان حالات میں کوئی اصلاحی اسکیم کے قدم چل سکتی اور بڑے سے بڑا مصلح اعظم کیا کر سکتا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد صلاحیت اور حکمت و دانشمندی اور خلقِ خدا کی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ انتھک کوشش اور مایوس کن حالات سے مایوس نہ

ہونا ایسے اوصاف تھے جو بالآخر میدان جیت کر رہے۔

مکی دور زندگی تو انہیں حالات میں گذرا مدینہ طیبہ کی ہجرت کے بعد کا دس سالہ دور ایسا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے سکون و اطمینان کا اور تعمیری پروگراموں کو بروئے کار لانے کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہی دس سالہ دور ہے جس میں بدر و احد' خندق و خیبر' فتح مکہ و حنین کے عظیم الشان معرکے اور اسی طرح کے ستائیس غزوات ہوئے جن میں خود سرور کائنات بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور سینتالیس وہ معرکے ہیں جن میں خود تشریف نہیں لے گئے صحابہ کرامؓ کو بھیجا گیا جن کو سرایا کہا جاتا ہے۔ ستائیس غزوات اور سینتالیس سرایا کل چوہتر معرکے ہیں جو ان دس سال میں سر کرنے پڑے۔ اس میں دوسری قوموں سے معاہدات اور ان کی طرف سے عہد شکنی کے واقعات بھی سامنے آئے۔ اگر دنیا اور اقوام دنیا کے حالات سے موازنہ کیا جائے تو کیا کسی کو کوئی تصور ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے نرغوں میں گھری ہوئی کوئی حکومت اپنے اس دس سالہ دور میں بھی کوئی تعمیری پروگرام بروئے کار لا سکتی ہے۔ لیکن دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ اسی دس سالہ عہدِ نبوی میں پورا جزیرۃ العرب اسلام کے زیر نگین آگیا تھا اس کی ہر بستی اذان اور تلاوت قرآن کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ اور اس کے ہر صوبے ہر خطے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال بڑے آب و تاب سے اسلامی قانون جاری کر رہے تھے۔

پورے قلمرو اسلامی میں عدل و انصاف مفت اور فوری اور جبری تھا۔ امن و امان کا یہ عالم کہ جس خطے میں صدیوں سے کسی کو آزادانہ سفر ممکن نہ تھا۔ ایک کمزور بڑھیا اس میں بڑی آزادی کے ساتھ سفر کرتی تھی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی آپ ہی کے عہد میں پوری ہو گئی تھی کہ ایک وقت آنے والا ہے جبکہ ایک آدمی صنعاء یمن سے حضرموت تک تنہا سفر کرے گا۔ اور اس کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔ جس ملک میں کسی کی بہو بیٹی کی عزت محفوظ نہ تھی وہاں غیر محرم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ لوگ جن کا پیشہ رہزنی تھا وہ عام لوگوں کے اموال کے نگران اور محافظ بن گئے تھے۔ خلیج فارس سے لے کر حدودِ شام تک تو یہ امن و سلامتی اور سکون و اطمینان خود عہدِ نبوی میں پہونچ چکا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پچیس سال گذرنے نہ پائے کہ یہ اسلامی نظریہ اور نظام آپ کے صحابہ کرام کے ہاتھوں اپنی برقی رفتار سے بڑھ کر پورے عالم میں پھیل چکا تھا۔

اسلام اور تلوار کا افسانہ

اسلام کی اس حیرت انگیز ترقی سے تو موافق و مخالف ساری دنیا ہی حیرت زدہ ہے یورپین مؤرخین کی کتابیں اس پر اظہارِ حیرت سے پُر ہیں۔ کچھ متعصب لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہی کہنے لگے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے اور یہ ایسا جھوٹ ہے کہ شاید اس آسمان کے سائے میں ایسا بڑا جھوٹ کوئی نہ بولا گیا ہو گا۔ ساری باتوں سے قطع نظر کر کے کوئی پوچھے کہ جن لوگوں کو تلوار کی جھنکار اور تیروں کی بوچھاڑ کے سائے میں اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا گیا ہو کیا ان کی یہی شان ہوتی ہے جو قرنِ اول کے عام مسلمانوں میں مشاہد کی جاتی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول اور

اسلام کے ایسے فدائی ہیں کہ اس کے مقابلہ میں نہ مال و دولت کی پرواہ ہے' نہ بیوی بچوں کی' نہ اپنے تن من کی' اور کوئی پوچھے کہ تلوار کا کام تو اسلام کے بالکل آخری دس سالوں میں ہوا ہے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے جو اسلام کی اشاعت اور اس میں داخل ہونے والوں کی کثرت نے قریش مکہ کو خوف زدہ کیا ہوا تھا۔ اس وقت کونسی تلوار چل رہی تھی ہاں اسلام سے روکنے کے لئے ہر تلوار اور ہر طاغوتی قوت پوری سرگرمی سے میدان میں آئی ہوئی تھی بلال حبشیؓ کے سینہ پر پتھر رکھ کر اس کو احد کہنے سے روکا جاتا تھا۔ سلمان فارسیؓ کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوچھنے پر طمانچے لگائے جاتے تھے۔ صہیبؓ رومی پر تیروں کی بوچھاڑ ہوتی تھی۔ ہر مسلمان ہونے والے پر کوئی ستم نہ تھا جو نہ توڑا جاتا ہو۔ مگر اللہ کے بندے تھے جو ان طاغوتی قوتوں کے زیر سایہ موت سے کھلایاں کرتے ہوئے مسلمان ہو رہے تھے۔ ہاں یہ بھی سوچئے کہ تلوار تو جبھی چلی ہوگی جب تلوار چلانے والوں کا کوئی جتھہ کوئی قوت پیدا ہو گئی ہوگی تو کوئی پوچھے کہ ان تلوار چلانے والوں کو کس تلوار نے اسلام کا ایسا فدائی بنا دیا تھا کہ سر کو کفن باندھ کر ہر میدان میں سر بکف کھڑے نظر آتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اس سفید جھوٹ کی تردید کرنا بھی سچ کی توہین ہے۔

اسلام کی حیرت انگیز کامیابی اس کے اصول و نظریات کا لازمی نتیجہ ہے کوئی معجزہ نہیں جواب نہ ہو سکے

ہاں اسلام کی حیرت انگیز ترقی کو ممکن ہے کہ کچھ ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ یہ سراسر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اسباب و

تدبیر کا اس میں کچھ دخل نہیں لیکن غور کیا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار اور اپنی جگہ یقینی ہیں اور ان فتوحات میں بھی ان کا ظہور کھلا ہوا ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک معجزہ اور خرقِ عادت تھا جو ہو چکا اب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا نظریہ اور نظام درجۂ اسباب میں بھی ایسی چیزیں ہیں کہ جب ان کو پورا پورا عمل میں لایا جائے تو اس کے یہی آثار و برکات ہر زمانے اور ہر ملک میں رونما ہو سکتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اسلامی نظریہ اور اسلامی نظام ہی دنیا میں امن و سلامت کے ضامن ہیں

مجھے اپنے اس مقالہ میں درحقیقت یہی دکھلانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ جس نے عام دنیا کو ایک صحیح نظریہ اور مستحکم عادلانہ نظام دیا ہے۔ وہ بجائے خود دنیا کی امن و سلامتی کا ضامن ہے اس کی مزید توضیح کے لئے آیئے ذرا اس نظام کا تجزیہ کر کے دیکھیں کہ اس میں وہ کونسی روح ہے جس کے جلو میں دنیا کی امن و سلامتی گردش کرنا چاہتی ہے سنئے!

کسی عالم گیر تحریکِ اصلاح کے لئے یہ ظاہر ہے کہ کسی کی انفرادی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی اجتماعی نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے کہ اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے ہر قوم و ملت میں جب کوئی اصلاحی تحریک اٹھائی جاتی ہے تو اس کے پیچھے قوم کی

اجتماعی قوت ہی کام کرتی ہے۔

لیکن یہاں ایک دھوکہ بڑے بڑوں کو لگ جاتا ہے اور عام دنیا اسی دھوکہ کی شکار ہے جس کی وجہ سے ان کی اجتماعی کوششیں عالمگیر اصلاح کے معاملہ میں ناکام ہو جاتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اجتماع اور اجتماعی قوت کا کوئی الگ وجود نہیں ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہو یا زمین سے اگتا ہو بلکہ افراد کے مجموعے کا نام اجتماع اور ان کی مجموعی طاقت اجتماعی طاقت ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد صحیح نہیں تو ان کا اجتماع بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ بوگس و ناکارہ افراد کی بھیڑ کوئی اصلاحی کام نہیں کر سکتی بلکہ اس کو باقی نہیں رکھ سکتی۔ افراد کا درجہ اجتماع میں ایسا ہے جیسے مشین میں اس کے پرزوں کا' جب پرزے ہی درست نہ ہوں تو مشین کی فٹنگ کیسے درست ہو سکتی ہے اور کسی طرح فٹ بھی کر دیا تو وہ دیر تک چل نہیں سکتی۔

اجتماعی کام سے پہلے افراد سازی

حکیم الحکماء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گُر کو سمجھا اور اختیار فرمایا ہے کہ کوئی اجتماعی کام کرنے سے پہلے افراد سازی کا کام سب سے زیادہ اہم ہے اور در حقیقت یہی کام سب سے زیادہ مشکل بھی ہے۔ ایک فرد کے ذہن کو صحیح نظریے پر ہموار کرنا پھر اس کے اعمال و اخلاق کو اس نظریہ کے مطابق ڈھالنا بڑا وقت اور بڑی محنت چاہتا ہے۔ عطاء نبوت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کل تیئس سال باقی ہے جس میں سے مکی دور کے تیرہ سال پورے صرف اسی افراد سازی کے کام میں صَرف ہوئے ہیں۔

نبوت کا مکی دور صرف افراد سازی میں صرف ہوا

مکی اور مدنی دور کا تجزیہ کرنے والے بعض حضرات اس کو ضعف و قوت کی دو حالتوں میں تقسیم کر کے مکی دور کو ضعف کا اور مدنی کو قوت کا دور قرار دیتے ہیں اور احکام و واقعات کو اس کے تابع کرتے ہیں۔

لیکن غور کیا جائے تو صرف ضعف و قوت ہی تفاوت احکام کا سبب نہیں بلکہ دوسری حکمتیں بھی ان میں مستور ہیں۔ ورنہ مشرکین مکہ کی زیادتیوں کا کچھ نہ کچھ مقابلہ ضعف کے باوجود مکہ میں بھی کیا جا سکتا ہے۔

بظاہر حکمت یہ تھی کہ مکی دور میں افراد سازی ہی کا کام پیش نظر تھا۔ کوئی اجتماعی کام خواہ دفاع کا ہو یا اقدام کا اس کی تکمیل سے پہلے صحیح نہ تھا۔

جب تک کسی مشین کے پرزے درست نہ ہوں تو ان سے کوئی مشین اور فیکٹری کیسے تیار کی جا سکتی ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کارنامہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں امن اور اطمینان و سکون کے علمبردار ہو کر تشریف لائے تو آپ کے نظر حقیقت شناس اس پر پڑی کہ یہ کام نہ تنہا کسی حکومت و سلطنت سے ہو سکتا ہے۔ نہ صرف قانون اور قانونی مشینری سے۔ جب تک انسان کو صحیح معنوں میں انسان نہ بنایا جائے اور اس کو صحیح انسانیت سے روشناس نہ کیا جائے اس وقت تک یہ دنیا ظلم و جور، قتل و غارت گری، بے حیائی و بد معاشی کا جہنم ہی بنی رہے گی۔ کیونکہ حکومت کوئی کام اپنے اعوان و انصار ہی کے ذریعے عمل میں لا سکتی ہے۔ اور کوئی

قانون خود کار مشین نہیں ہوتا کہ خود بخود چلے بلکہ اس کو نافذ کرنے والے انسان ہی ہوتے ہیں۔ جب انسان صحیح معنی میں انسان نہ ہوں تو کوئی قانون اور کوئی دستور اور کوئی حکومت مفاسد کی اصلاح' جرائم کا سدباب اور دنیا میں امن و امان پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے مکی دور کے تیرہ سال پورے اس افراد سازی کے کام پر صرف کئے گئے جس میں پیغمبرانہ حکمت کے ساتھ کچھ انسانوں کو انسان کامل بنایا گیا۔

یہ افراد سازی کا کام مکہ مکرمہ کے ایک گمنام گوشے میں ایک چھوٹے سے مکان کے اندر ہوتا تھا جو دارِ ارقم کے نام سے موسوم' صفامروہ کے درمیان واقع تھا۔ اور حالیہ توسیع حرم سے پہلے تک موجود محفوظ تھا۔

عمر بن الخطابؓ اسی مکان پر ننگی تلوار لئے ہوئے پیغمبر امن و سلامتی کا قصہ ختم کرنے کے قصد سے آئے اور پھر اسلام کے حلقہ بگوش ہو کر آپ کی غلامی کی سعادت لے کر لوٹے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح کسی خاص قوم یا خاص خطۂ ملک یا خاص زمانے کے رسول بن کر نہیں آئے تھے بلکہ آپ کی بعثت اور دعوت پوری دنیا کے جن وانس کے لئے اور تا قیامت پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے عام تھی۔ اور فرض منصبی آپ کو یہ سپرد تھا کہ پورے عالم کی اصلاح کر کے سب انسانوں کو دنیا میں امن و سکون اور عزت و عافیت کی زندگی عطا کریں اور انکو اس قابل بنائیں کہ آخرت میں اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو کر وہاں کی دائمی راحت کے وارث بنیں۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ انسانوں کا ایک مثالی معاشرہ پیدا کرنا تھا جو اس عظیم مقصد میں آپ کے

دست و بازو بنیں اور آئندہ اس بارگراں کو خود سنبھالنے کے قابل ہوں یہ افراد سازی کا عظیم الشان کام جو دار رقم کے گمنام گوشے میں شروع ہوا تھا اس کا مختصر عنوان تو انسان کو انسان کامل بنانا ہے۔ اور اس کی تفصیل و تشریح وہ پورا قرآن ہے جو مکی دور نبوت میں نازل ہوا جس کی ہدایات کا تجزیہ کرنے سے چند چیزیں نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہیں جن کو انسان کامل بنانے میں خاص دخل ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت

(۲) فکر آخرت۔

(۳) دنیا کی چند روزہ زندگی اور اس کی راحت و کلفت کی حقیقت کا انکشاف۔

(۴) مخلوقات کے ساتھ معاملے میں ان کے حقوق کی پوری ادائیگی اور اپنے حقوق سے چشم پوشی۔ ان کی ایذاؤں پر عفو و درگذر اور اپنی طرف سے ہر حال میں ان کی خیر خواہی اور ہمدردی۔

مکی دور نبوت کی تمام سورتوں اور آیتوں کو بغور مطالعہ کیجئے تو ان میں انہیں اصولوں کی تعلیم و تلقین اور معجزانہ انداز سے انسان کے ذہن ان کے لئے تیار کرنے کا انتظام پایا جائے گا۔

ابتداء وحی کے وقت کی ابتدائی سورتوں کو پڑھئے تو ان میں سب سے زیادہ زور ذکر اللہ کی کثرت اور حسن عبادت پر دیا گیا ہے اور اس پر کہ تمام پیش آنے والے واقعات وحالات سب اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت کے تابع ہیں اس کے بغیر کسی دوست و دشمن کی مجال نہیں کہ کسی کو کوئی نفع یا نقصان پہنچائے۔ اور یہ کہ اپنے تمام کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل

کیا جائے۔ قیامت کے حساب وکتاب اور جزاء وسزا۔ جنت ودوزخ کی فکر سے کسی وقت غافل نہ ہوں۔ اور یہ کہ دنیا کی زندگی اور اس کی ہر راحت و تکلیف فانی ہے اس پر زیادہ دھیان نہ دیا جائے بلکہ بقدر ضرورت وحاجت روائی اس کو رکھا جائے۔ زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا ذکروعبادت اور اس کو راضی کرنا ہو اور اس راستے میں جتنی مشکلات پیش آئیں مردانہ وار ان کو عبور کیا جائے۔ اور جو مصائب سامنے آئیں ان پر صبروثبات سے کام لیا جائے۔ لوگ اگر تمہارے حقوق ادا نہ کریں یا تم پر ظلم کریں تو تم چشم پوشی اور عفو و درگزر سے کام لو۔ اور ان کی خیر خواہی کو کسی حال میں نہ چھوڑو۔ ان کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں ان کو پورا پورا ادا کرو۔ سورۂ اِقرأْ، فاتحہ، مزّمّل، مدثّر جو بالکل ابتدائی سورتیں ہیں ان کا ترجمہ ہی پڑھ لیجئے تو اس کی پوری تصدیق ہو جائے گی۔ اور خلاصہ ان تمام تعلیمات کا یہ ہے کہ انسان کے رخ کو ایک خدا کی طرف پھیر کر اس کے تمام ارادوں اور خواہشات کو حق تعالیٰ کی مرضی کے تابع بنادیا جائے۔ جس طرح اس کی عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔ اسی طرح اس کے تمام دنیاوی کاروبار، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا اور جینا مرنا، دوستی دشمنی، حب وبغض بھی مرضی مولا کے تابع ہو جائے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا یہی مطلب ہے۔ حدیث صحیح میں اسی کو کمال ایمان کی علامت بتلایا گیا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانَہٗ (بخاری و مسلم) (یعنی جس شخص نے اپنی محبت بھی اللہ کے لئے وقف کردی اور بغض ودشمنی بھی اسی کے لئے اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا) اسی صفت کے حاصل ہونے سے انسان انسان کامل اور پورے

عالم کے لئے وجہ سکون و اطمینان بنتا ہے یہی وہ انسان ہوتا ہے جس سے نہ کسی چوری اور بدمعاشی کا اندیشہ' نہ دھوکہ فریب یا ایذا رسانی کا خطرہ۔ نہ گروہی عصبیت اس کے پاس آتی ہے' نہ دولت دنیا کی ہوس خام اس کے دامن دل کو داغدار کرتی ہے۔ اس کو دھن ہی ایسی لگی ہے کہ لوگوں سے اپنے حقوق وصول کرنے کی بھی اسے فرصت نہیں دوسروں کے حقوق غصب کرنے کا احتمال کہاں

خود چہ جائے جنگ وجدلِ نیک وبد
کین ولم از صلحہا ھم می رمد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دنیا سے مختلف ایک نظریہ لے کر تشریف لائے اور پورے عالم میں اس نظریے کو عام کرنے اور سب کو اس کے زیر اثر چلانے کی مہم ساتھ لائے آپ نے اس عظیم مقصد کے لئے نہ ٹینک اور ہوائی جہاز بنائے' نہ قلعہ شکن توپیں اور ایٹم بم اور نہ عالمگیر انداز میں کسی اجتماع اور جماعت سازی کی فکر فرمائی۔ بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جس قدر انسان آپ کے ساتھ لگ سکے ان کو مذکورہ بنیادوں پر فرشتہ خصلت بلکہ فرشتوں سے بالا تر ایک مخلوق بنا دیا جو نتیجہ تھا قرآن کریم کی تعلیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا۔

قرآن ورسول کی تعلیم وتربیت سے پیدا ہونے والا مقدّس گروہ حزب اللہ اور اس کی مخصوص صفات ایک نظر میں

قرآن ورسول کی تعلیم وتربیت سے جو مقدس گروہ پیدا ہوا حق تعالیٰ نے اس کا نام حزب اللہ رکھ کر ان کی فلاح دنیا و آخرت کی ضمانت دے دی

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یہ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔"

اس حزب اللہ کی صفات اور خصوصیات قرآن کریم نے مختلف سورتوں میں مختلف عنوانات سے بیان فرمائی ہیں۔ بات اگرچہ طویل ہوئی جاتی ہے مگر مقصد کا گہرا تعلق اس سے ہے اس لئے قرآن ہی کے الفاظ میں اس کے چند نمونے دیکھئے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا : آیت (۱۷۷)

(۱) وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

سورہ مومنون پارہ نمبر۱۸ میں ارشاد فرمایا :

(۲) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ

يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

سورہ نور میں ان کی یہ صفت بیان فرمائی :

(۳) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ (آیت ۳۷)

اور سورۂ فرقان میں اس گروہ کی خصوصیات یہ بیان فرمائیں :-

(۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ (ثم قال) وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ○

اور سورہ فتح پارہ نمبر۲۶ کے آخر میں ارشاد فرمایا :

(۵) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَا ھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

اس گروہ حزب اللہ کی خصوصیات اور صفات پر مشتمل قرآن کریم کی آیات بے شمار ہیں ان سب کا احاطہ کرنا اس جگہ مقصود نہیں مذکور الصدر آیات سے بھی اس گروہ کی خصوصیات کا ایک خاکہ سامنے آجاتا ہے جس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کی تعلیم و تربیت کس نصاب اور کن خطوط پر فرمائی تھی اور آج کوئی شخص یا جماعت اگر اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو اور صحیح انسان اور اچھے افراد پیدا کرنا چاہے تو ان کو یہ کام کس طرح اور کن اصول پر انجام دینا چاہیے۔

مذکور الصدر آیات سے حزب اللہ کی خصوصیات کا جو کہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے :-

(آیات سورہ بقرہ سے)

(۱) اللہ تعالیٰ، روزِ آخرت، ملائکہ، قرآن اور تمام انبیا پر کامل ایمان۔

(۲) اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں کی امداد اور غلاموں کی رہائی پر اپنا محبوب مال خرچ کرنا۔

(۳) نماز قائم کرنا (یعنی اس کے آداب و شرائط کے موافق ادا کرنا)،

(۴) مال کی زکوٰۃ واجبہ ادا کرنا۔

(۵) کسی سے جو معاہدہ ہو جائے اس کو پورا کرنا۔
(۶) مصیبت اور فقروفاقے اور دشمن دین سے جنگ کے وقت ثابت قدم رہنا۔
یہ چھ خصوصی اوصاف ہیں جن کے حاملین کو قرآن کی زبان میں صادقین اور متقین کا خطاب دیا گیا ہے۔

(سورہ مومنون کی آیات سے)

(۷) نماز میں خشوع۔ یعنی غیر ضروری حرکات سے سکون خواہ حرکت جسمانی ہو یا ذہنی اور فکری۔
(۸) لغو سے اعراض وپرہیز۔ لغو سے مراد ہر وہ کام۔ کلام اور مجلس ہے جس میں دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو۔
(۹) باطنی پاکی کا اہتمام۔ یعنی عقائدِ فاسدہ اور اخلاقِ مذمومہ سے اپنے قلب کو پاک رکھنا۔
(۱۰) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت۔ بجز ان صورتوں کے جن کی بذریعہ نکاح وغیرہ اللہ نے اجازت دی ہے۔
(۱۱) اپنے ہر عہد وپیمان پر مضبوطی سے قائم رہنا۔
(۱۲) سب نمازوں کی پابندی اور اہتمام۔

(سورہ نور کی آیات سے)

(۱۳) اللہ کی یاد۔ نماز اور روزے زکوٰۃ کا ایسا اہتمام جو دنیا کی ساری فکروں پر غالب ہو اور دنیا کے ہر کاروبار کے ساتھ قائم رہے۔
(۱۴) روزِ قیامت اور اس کے حساب کا خوف۔

(۱۵) اپنی چال ڈھال میں تواضع اور عجز بندگی کو سامنے رکھنا۔ تفاخر اور تکبر سے پرہیز کرنا۔

(۱۶) لڑنے جھگڑنے والوں کے ساتھ سلامت روی کا معاملہ کرنا۔

(۱۷) رات کے اکثر حصوں کو رکوع، سجدے اور عبادت میں گزارنا۔

(۱۸) عذابِ جہنم سے پناہ مانگنا۔

(۱۹) خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لینا کہ نہ اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ کنجوسی سے کام لیں۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک یا برابر نہ ٹھہرانا۔

(۲۱) ناحق کسی کو قتل نہ کرنا۔

(۲۲) زنا اور بدکاری سے مکمل پرہیز کرنا۔

(۲۳) جھوٹ کے قریب اور گناہ کی مجالس میں شریک نہ ہونا۔

(۲۴) اگر کسی بیہودہ کام یا مجلس سے سابقہ پڑ جائے تو شریفانہ انداز سے گزر جانا۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ کے احکام و آیات کو صحیح سمجھنے کی فکر کرنا ان پر اندھا دھند عمل کرنے سے بچنا۔

(۲۶) اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کی اصلاح کے لئے کوشش اور دعا کرنا۔

(سورہ فتح کی آیات سے)

(۲۷) کفر و کافر کے مقابلہ پر سخت اور دلیر ہونا اسلام اور مسلمانوں کے معاملہ میں رحیم و کریم ہونا۔

(۲۸) عام اوقات کا (جو ضرورت سے فارغ ہوں) مشغلہ ہی نماز اور رکوع سجدہ ہونا۔

(۲۹) ان کے چہروں میں نماز کے آثار و علامات موجود ہونا۔

(۳۰) تمام معاملات میں صرف اللہ کی رضا جوئی کا اہتمام کرنا۔

یہ ہیں وہ اوصاف اور خصوصیات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن اَن پڑھ لوگوں میں پیدا کئے جن کی اعتقادی، عملی، علمی، اخلاقی یا تمدنی کوئی کل سیدھی نہ تھی۔ جس کو دیکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی آپ کا زندہ اور چلتا پھرتا معجزہ ہے تو کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اور غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ یہ تمام اوصاف کمال اور اخلاق حسنہ اسی توحید و رسالت اور خوف آخرت کے پھل پھول ہیں جو اسلام کے بنیادی نظریہ کی حیثیت سے ان حضرات کے قلوب میں سمویا گیا تھا۔

دارِ ارقم کو اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ کہو یا سب سے پہلی خانقاہ اسی میں اس قدسی گروہ کی ابتداء ہوئی اور اسی میں ان پر یہ صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) چڑھا۔ اور یہی وہ رنگ ہے جو کسی رنگ سے مغلوب نہیں ہوتا یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا کارنامہ اور اسلام کا پہلا سرمایہ اور اصلی طاقت ہے جس نے برقی رفتار سے دنیا کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کارنامہ ماحول یا سوسائٹی کی اصلاح

یہاں تک خموشی کے ساتھ کچھ افراد بنائے گئے جو نظریۂ اسلام کے رنگ میں پختہ ہو کر نظام اسلام کے عمود بنے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو مہم تھی وہ صرف مکہ یا حجاز والوں ہی کی اصلاح کی نہ تھی

بلکہ پوری دنیا کے مشرق و مغرب اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے آپ کی دعوت عام تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جتنے افراد دشمنوں کے نرغہ اور ہر طرح کے مصائب و تکالیف کو برداشت کر کے اس وقت تیار ہوئے تھے۔ وہ پورے عالم کی ہم گیر اصلاح کا کام پورا نہیں کر سکتے تھے۔

اس لئے اب دوسرا قدم اس صبغۃ اللہ کو عام کرنے اور حزب اللہ کے افراد بڑھانے اور پھیلانے کی طرف اٹھایا گیا۔ وہ بھی عام دنیا کے مروجہ طریقوں سے مختلف ایک انوکھے انداز سے خالص فطری اصول پر اس طرح اٹھایا گیا کہ۔ اس مکتب فکر کے ہر تربیت یافتہ شخص پر فرض کر دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے ماحول کو اپنے رنگ کے مطابق بنانے میں اپنی پوری کوشش اور پوری توانائی کو خرچ کرے۔ اور اس راہ میں جان و تن کی بازی لگادے۔ اور جو ہر کوشش و تدبیر کے بعد بھی ہمرنگ نہ ہو اس سے اپنی برات اور قطع تعلق کا اعلان کر کے اس کو اپنے ماحول سے علیحدہ کر دے۔

تجربہ شاہد ہے کہ کسی فرد یا قوم کے بننے اور بگڑنے کا اصل مدار اس کے ماحول اور سوسائٹی پر ہی ہوتا ہے۔ انسان فطرتاً اس سے متاثر ہو کر غیر شعوری طور پر بھی اس کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ جب تک انسان کا ماحول درست نہ ہو تو کوئی تعلیم و تربیت کام نہیں دیتی اور اپنے ماحول اور گرد و پیش میں ایک بھی غیر جنس کا آدمی ہو تو وہ بھی ماحول کو درست کرنے میں سنگ گراں بن جاتا ہے بڑا ہی حکیمانہ مقولہ ہے :

کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید

اسی لئے قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ وہ جس طرح اپنے عمل کی اصلاح کی فکر کرے اسی

طرح اپنے اہل و عیال اور خاص احباب کی اصلاح کے لئے بھی ایسی ہی کوشش کرے۔ قرآن کریم نے فرمایا : قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ○ یعنی "بچاؤ" اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے" اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ. یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے کنبہ پر نگراں اور ذمہ دار ہے اور قیامت کے روز اس سے اپنے اعمال کی پرسش کے علاوہ اپنے اہل و عیال کے اعمال کا بھی سوال ہوگا۔

نئی نسل کی تربیت

اہل و عیال کی اصلاح کی ایک قسط یہ بھی تھی کہ نئے پیدا ہونے والے بچوں کو شروع ہی سے ایسی تربیت دی جائے کہ ان کے قلب و دماغ اللہ اور اس کے رسول کی عظمت و محبت سے رنگے ہوئے ہوں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی حکیم الحکماء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اصول وضع فرمائے وہ بھی ایسے فطری اور موثر ہیں کہ بغیر کسی مشقت کے بچے کی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کا ذہنی اور اخلاقی ارتقا خود بخود ہوتا چلا جائے۔

سب سے پہلا کام جو بچے کی پیدائش کے متصل ماں باپ پر لازم کیا وہ یہ ہے کہ اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے۔ نرے فلسفہ طبعی کے پرستار تو کہیں گے کہ فضول حرکت ہے جو بچہ ابھی اپنی ماں کی زبان بھی نہیں سمجھتا اس کے کان میں حی علی الصلوۃ ۔ حی علی الفلاح کے عربی جملے ڈالنے سے کیا فائدہ۔ مگر حقیقت شناس سمجھتے ہیں کہ یہ الفاظ درحقیقت ایمان کا بیج ہیں جو کان کے راستہ سے بچے کے دل میں ڈالا گیا ہے

اور یہی بیج پرورش پاکر کسی وقت تناور درخت بنے گا۔

دوسرا کام یہ کہ جب بچہ زبان کھولنے لگے تو اس کو سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کی زبان کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے کھلواؤ اور یہی کلمہ موت کے وقت ان کو یاد دلاؤ (رواہ الحاکم عن ابن عباس از تحفۃ الودود لابن لقیم) گویا دنیا میں دخول وخروج اسی کلمہ 'لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' ہی کے ساتھ ہونا چاہئے۔

پھر جب کچھ سمجھنے بوجھنے کے قابل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت اس کے دل نشین کرے۔ اور سنت کے مطابق ادب وتہذیب سکھائے۔ بچے کے سامنے جھوٹ بولنے غیبت کرنے سے خود بھی پرہیز کرے کہ بچہ ان بری خصلتوں کا عادی نہ بن جائے۔ بچے کے ہاتھ سے اچھے کاموں میں خرچ کرائے کہ بخل اس کی طبیعت میں جگہ نہ پائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے اخلاق سے بہتر کوئی دولت نہیں بخشی۔ اور فرمایا کوئی شخص اپنے بچے کو ادب وتہذیب سکھائے یہ اس سے بہتر ہے کہ ہر روز بقدر ایک فطرہ کے مساکین پر صدقہ کیا کرے۔
(تحفہ بحوالہ معجم طبرانی)

قرآن کریم میں انبیا علیہم السلام کی یہ دعا مذکور ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیبیوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا آنکھوں کی ٹھنڈک یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا دیکھے۔ اس طرح ہر شخص پر اس کے متعلقین کی اصلاح کی ذمہ داری ڈال کر اور اس کو اصلاح وتربیت کے سہل اصول سکھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھر کو ایک تعلیم

گاہ بنا دیا جس میں غیر شعوری طور پر ہر چھوٹا بڑا صحیح انسانیت کے آداب نہ صرف جانتا ہے بلکہ عملاً اس کا خوگر بنتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح خلق کا یہ دوسرا پروگرام بھی کسی جلسے، کانفرنس یا اجتماعی ہنگامے سے نہیں بلکہ فطری اصول کے مطابق دو بنیادوں پر قائم فرمایا اول یہ کہ ہر شخص اپنے ماحول اور سوسائٹی میں اسلامی نظریہ کو حکمت کے ساتھ پیش کرے۔ وہ نعمت ایمان و عمل صالح جو اس کو ملی ہے جس نے اس کو صحیح معنی میں انسان بنایا ہے اپنے اہل و عیال اور دوست واحباب کو بھی اس سے محروم نہ رہنے دے۔ کیونکہ ان کی اس سے بڑھ کر کوئی بھلائی اور خیر خواہی نہیں ہوسکتی۔ ان کے ذہن کو اس کے لئے ہموار کرنے میں قرآنی تعلیم کے مطابق ہر حکمت تدبیر اور نصیحت وہمدردی استعمال کرے۔ اور وہ مقابلے پر آجاویں تو مجادلہ حسنہ یعنی ان کو حجت و دلیل سے مغلوب کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ کا مطلب یہی ہے۔

اس اصلاحی عمل کی دوسری قسط یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح اصلاح قبول نہ کرے اور اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی ہی پر لگا رہے تو اس سے تعلق قطع کرکے اپنے ماحول کو اس کے اثرات سے پاک کردے اور اس معاملہ میں اس کی بھی پرواہ نہ کرے کہ یہ مخالفت کرنے والا اپنا باپ ہو یا بیٹا یا خاندان کا کوئی اور فرد۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ "یعنی آپ کسی مومن قوم کو ایسا نہ پائیں گے کہ وہ اللہ کے اور رسول کے

دشمنوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے اور افراد ہوں۔" اسی قربانی کے نتیجہ میں قرآن کریم نے ان لوگوں کو حزب اللہ کا خطاب اور کامیابی کی خوشخبری دی۔ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون ○

دعوتِ اسلام کی اشاعتِ عام

اس حکمت عملی اور فطری طور پر تدریجی ترقی کا یہ اثر تھوڑے ہی عرصہ میں آنکھوں نے دیکھ لیا کہ یہ حزب اللہ اب نہ صرف مکہ مکرمہ کے گھر گھر میں داخل ہوگیا بلکہ مکے سے باہر بھی اس کے افراد پہنچنے لگے' اس مقدس گروہ کے سامنے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تھی اس کے سوا نہ کوئی طمع ان کے قدم میں لغزش کا سبب بنتی تھی اور نہ کسی کا خوف ان کے عزم میں ادنے سستی پیدا کرتا تھا۔

گو مخالف ہوں زمین و آسمان کچھ غم نہیں
سب گوارا ہے مزاج یار گر برهم نہیں

یہ حزب اللہ جب اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خلق اللہ کی خیر خواہی میں سرشار ہو کر اپنی حاصل کی ہوئی دولت انسانیت کو دنیا میں عام کرنے کی دعوت حق لے کر نکلا تو کوئی کوہ و دریا ان کے راہ میں حائل نہ رہا۔

مکہ مکرمہ میں دشمنوں کی کثرت و قوت کے باعث اس دعوت کا مقابلہ شدید تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ سامان کردیا کہ مدینہ طیبہ کے کچھ خوش نصیب بزرگ مشرف بہ اسلام ہو کر اس کے لئے تیار ہوگئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں لے جائیں۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا یہ قدم

پورے قریش مکہ بلکہ پورے عرب کی مخالفت اپنے سر لے لینے کی مرادف ہے مگر انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر اس پہاڑ کو اپنے سر اٹھالیا۔

ہجرتِ مدینہ

یہاں ہجرت کے حالات وواقعات لکھنے کی گنجائش نہیں اور میرا مقصد بھی ان سے متعلق نہیں۔ مجھے صرف یہ دکھلانا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو پورے عالم کی ہدایت واصلاح اور پوری دنیا میں قیام امن وامان کا مقصد عظیم لے کر تشریف لائے تھے۔ آپ نے کن اصول اور کن طریقوں سے اس مہم کو سر کیا جس کے نتیجہ نے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد دعوت حق کے راستے سے ایک بہت بڑا سنگ گراں تو ہٹ گیا کہ وہاں رہتے ہوئے مسلمان ہونا اور رہنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا تھا۔ یہاں مسلمانوں کو اس سے کسی قدر امن ملا۔ اور مسلمانوں کی تعداد روزانہ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی۔ یہی وہ مدنی دور نبوت ہے جس میں اسلام کے تمام تعمیری کاموں کا آغاز ہوا۔ اور اسلام کی سب سے پہلی چھوٹی سی حکومت مدینہ طیبہ میں قائم ہوگئی۔ لیکن جس طرح مصلح اعظمؐ کے اصلاح خلق کے لئے ابتدائی کارنامے عام دنیا کے طور وطریق سے بہت مختلف سادگی اور سہولت پر مبنی تھے اسی طرح اس انوکھی حکومت اسلام کے دستور، قانون اور تنفیذی مشینری بھی ساری دنیا سے مختلف بنی۔ جس میں انصاف نہایت سہل اور فوری اور مفت بلکہ جبری تھا۔ تنفید قانون کے لئے بہت پولیس اور پہرے چوکی کی ضرورت نہ تھی جو قانون قرآن میں نازل ہوا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن لیا بس

اس کا سن لینا تنفیذ کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ تیرہ سالہ دور میں جو مقدس اسلامی معاشرہ تیار کیا گیا تھا ان سب کا حال یہ تھا کہ گویا ہر مرد و عورت احکام شرعیہ کے لئے گوش بر آواز رہتے تھے۔ حکم سن لینے کے بعد اس کی خلاف ورزی کا وہاں کوئی تصور ہی نہ تھا۔ شراب زمانہ جاہلیت سے عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ تقریبا تمام عرب اس کا عادی تھا اور ابتدائے اسلام میں اس کا پینا حرام بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو بھی اس سے اجتناب کی کوئی وجہ نہ تھی بجز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ اور چند مخصوص حضرات کے جن کی طبائع کو اللہ تعالیٰ نے فطرۃ ایسا بنایا تھا کہ جو چیز آئندہ چل کر قابل نفرت اور حرام ہونے والی تھی ان کی طبائع قدسیہ پہلے ہی سے ان چیزوں سے نفرت کرتی تھیں۔ اور اسی لئے شراب کے حلال ہونے کے زمانہ میں بھی انہوں نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا مگر ان کے علاوہ عام صحابہ کرامؓ اور سب مسلمان اس وقت تک شراب کے عادی تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس ام الخبائث کا جو عادی ہو جائے اس کو اس کا چھوڑنا اپنی جان دینے کے برابر گراں ہوتا ہے' مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کام کی بنیاد ہی ایسی رکھی تھی کہ اس پر ہر تعمیر نہایت آسان اور پختہ واستوار ہوتی تھی جس وقت شراب کی حرمت قطعی طور پر قرآن میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی غالبا حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ مدینہ کی گلیوں میں جا کر یہ منادی کردیں کہ الا ان الخمر قد حرمت یعنی خبردار رہو کہ شراب حرام کردی گئی ہے۔ ابو ہریرہؓ کی ایک آواز نے پورے مدینے میں جو عجیب و غریب انقلاب پیدا کیا وہ تاریخ عالم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس منادی کے وقت بہت سے گھروں میں

شراب کا دور چل رہا تھا۔ حالت یہ ہوئی کہ جس کے ہاتھ میں جام تھا اور ہونٹوں کو لگا ہوا تھا اس نے وہیں سے اس کو پھینک دیا جس کے پاس صراحی یا خم یا شراب کا مشکیزہ تھا اس نے فوراً سے توڑ ڈالا۔ تھوڑی دیر میں مدینے کی تمام گلیوں میں شراب اس طرح بہ رہی تھی جیسے بارش کی رو کا پانی۔ مہینوں تک ان گلیوں سے شراب کی بدبو نہیں گئی۔

بعض صحابہ تجارت کے لئے ملک شام سے کثیر تعداد میں شراب لینے کے لئے گئے ہوئے تھے اتفاق سے جس وقت وہ شراب کے سینکڑوں مشکیزے اونٹوں پر لادے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے تو وہیں کسی نے ان کو شراب کی حرمت کی خبر سنادی۔ یہ صحابہ اگرچہ حرمت کے نازل ہونے سے پہلے اپنا بہت بڑا سرمایہ لگا کر اس کو خرید چکے تھے اور اس وقت اس کے حرام ہونے کا نتیجہ ان کے لئے بالکل دیوالیہ ہو جانے کا تھا مگر ع

از محبت تلخ ہا شیریں شود

اطاعت رسولؐ کے آگے سارے منصوبے اور ارادے فوراً ختم کر کے شراب کے مشکیزے ایک پہاڑی پر اتار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ ذکر کر کے حکم رسالت دریافت کیا کہ کیا اب اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح شراب کا پینا حرام ہے اسی طرح فروخت کرنا بھی حرام ہے اور اس کے معاوضہ میں جو مال حاصل کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

فدا کار صحابی یہ حکم سنتے ہی اپنے شراب کے لائے ہوئے ذخیرے پر پہنچے اور ایک ایک کر کے سب مشکیزوں کو پھاڑ ڈالا اور شراب اسی پہاڑی پر بہادی۔

آج کی دنیا میں کہیں اس کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ کسی حکومت کا کوئی قانون اس طرح جاری ہو سکے۔ ابھی دور کی بات نہیں کہ امریکہ میں انسداد شراب کی تحریک چلی اور بالآخر انسداد کا قانون بن گیا۔ اور شراب کی ہلاکت خیزی اور بدتر مفاسد کی تعلیم و تبلیغ کے لئے سینکڑوں رسالے اخبار پمفلٹ اس ملک میں حکومت کے زیر اثر شائع کئے گئے تاکہ لوگوں کے ذہن اس قانون کے لئے ہموار کئے جائیں۔ لیکن اس قانون کا جو حشر امریکہ میں ہوا وہ ابھی تک لوگوں کے حافظہ سے گیا نہیں کہ اعداد و شمار بتلانے والوں نے بتلایا کہ اس سال شراب کا خرچ امریکہ میں پچھلے سے سال سے زیادہ پایا گیا۔ اسلام میں حرمت شراب اور امریکہ میں انسداد شراب کا موازانہ ومقابلہ تو سب نے دیکھا مگر اس کی حقیقت پر غور کرنے والے کہاں کہ اسلام میں یہ قانون کس طرح کامیاب ہوا اور امریکہ میں کیوں فیل ہوا۔ حقیقت وہی ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دنیا کا کوئی قانون آٹومیٹک (خود کار) مشین نہیں ہوتی بلکہ اس کو آدمی چلایا کرتے ہیں جب آدمی آدمی نہ رہے تو قانون کا حشر معلوم۔

آج کی دنیا قانون سازی اور تنفیذ قانون کی نئی سے نئی مشینری بنانے میں تو بہت ہوشیار ہے۔ قانون اور قانونی مشینریوں کے جال سے پوری مخلوق خدا کو جکڑ کر رکھ دیا ہے لیکن اس طرف دھیان نہیں دیتی کہ ہماری یہ ساری کوششیں فیل کیوں ہو رہی ہیں جتنی زیادہ حفاظتی پولیس اور اس پر اسپیشل پولیس وغیرہ بڑھتی جاتی ہے۔ اسی رفتار سے جرائم بڑھتے جاتے ہیں۔

مگر اس کی اصل حقیقت کو یورپ کے مادہ پرست ذہن و فکر کہاں اور کس طرح جانیں کیونکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا پہلا اور آخری

اس مادہ اور مادیات کے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانیں۔ اس سے اپنا رابطہ درست کریں اس کے بغیر کوئی انسان صحیح معنی میں انسان نہیں ہو سکتا۔

اور جب تک انسان انسان نہ بنے سارے قانون اور سارے نظام بیکار ہیں ان سے کسی طرح دنیا میں امن قائم نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ لے لیجئے سود اور جوئے کا کاروبار اسلام سے پہلے عرب میں بھی کچھ ایسا ہی عام تھا جیسے آجکل اس کو تجارت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے مگر جب قرآن میں اس کی حرمت نازل ہوئی اور ساتھ ہی یہ حکم بھی آیا کہ ممانعت سے پہلے جو سود کے معاملات ہو چکے ہیں ان میں صرف راس المال لیا اور دیا جائے گا۔ سود کی پچھلی رقم کا لینا اور دنیا بھی جائز نہیں۔ یہ احکام فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں نازل ہوئے جبکہ اسلام تقریباً پورے جزیرہ العرب میں پھیل چکا تھا احکام کے نازل ہوتے ہی ان تمام معاملات سے عرب ایسا پاک ہو گیا کہ گویا کبھی یہاں یہ معاملات تھے ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی رقم سود کی دوسروں کے ذمہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے خطبہ میں سب سے پہلے اس رقم کے چھوڑ دینے کا اعلان فرمایا جس کو حضرت عباسؓ نے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ جوئے اور قمار میں اب سے پہلے جو شخص شرکت نہ کرتا اس کو بہت ہی حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا مگر احکام حرمت نازل ہوتے ہی معاملہ برعکس ہو گیا۔

کہیں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں پیش آیا کہ اس قانون کے جاری کرنے اور اس پر نگرانی کرنے کے لئے کوئی محکمہ پولیس یا خفیہ پولیس کا قائم کیا گیا ہو

یا نزول حرمت کے بعد کوئی ایک واقعہ بھی خلاف ورزی کا دربار نبوت میں پیش ہوا ہو۔

دنیا کے عقلاء و حکماء اس پر غور کریں کہ آخر اسلامی قانون میں یہ کونسا جادو تھا کہ عمر بھر کی عادات کو ایک منٹ میں ختم کردے۔ لوگ مال و دولت کے بڑے بڑے سرمایوں سے یک لخت دست بردار ہو جائیں۔

غور کریں گے تو وجہ وہی ملے گی جس کو پہلے تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے کہ اسلام نے صرف قانون جاری نہیں کیا بلکہ قانون جاری کرنے سے پہلے انسانوں کو ایسا انسان بنادیا کہ وہ خود ہر برائی سے نفرت کرنے لگے اور ہر بھلائی کے لئے تیار رہنے لگے خواہ اس میں ان کے نفسانی اور ذاتی مفاد کتنے ہی مجروح ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حکیم الحکماء نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریہ اور نظام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے دو بنیادیں تھیں' اول اخلاقی اور ذہنی تربیت دوسرے قرآن کا قانون عدل وانصاف جس میں صرف حاکمانہ نہیں بلکہ حکیمانہ اور مشفقانہ انداز سے امت کو قانون پر عمل کی دعوت دی گئی اور بصورت خلاف ورزی احکام سزا سنائے گئے۔

آج کی دنیا قانون سازی اور قانون کی تنفیذی مشینری پر تو حکومت کی پوری قوت خرچ کرتی ہے لیکن اخلاقی اور ذہنی تربیت کی طرف اول تو توجہ اور دھیان نہیں اور جو ہے وہ ایسا ناکارہ ہے کہ اس سے اخلاق کی اصلاح کے بجائے اخلاقی گراوٹ اور فساد ہی فساد نتیجے میں آتا ہے۔ کیونکہ ان کی اصلاح وتربیت کی آخری کڑی بھی صرف مادہ اور مادیات ہی تک پہنچتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کا انتہائی مقصد مادی فوائد ہی ٹھہرے تو کوئی

شخص کسی قانون کی وجہ سے اپنے مادی فوائد کو کیوں چھوڑے اور جان ومال کی قربانی کس کے لئے کرے۔ یہ کام تو جبھی ہو سکتا ہے جب مادیات سے بالا تر کسی ہستی کو تمام کائنات کا خالق ومالک اور ہر چیز پر قادر تسلیم کر کے اس کی رضا جوئی کی فکر اور اس کی ناراضی سے بچنا آخری مقصد ہو۔ یہاں اس موضوع پر زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ بتلانا صرف یہ تھا کہ ہجرت مدینہ کے بعد جب اسلام کی اجتماعیت اور مدنیت کا دورہ شروع ہوتا ہے اور اس کے لئے ایک نظام قائم ہوتا ہے تو وہ بھی دنیا کی عام حکومتوں کے خلاف بالکل فطری اور سہل و آسان بنیادوں پر اٹھایا جاتا ہے جس کے لئے آجکل کے دفتری نظاموں کی بھول بھلیاں کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ہے کہ اسلامی نظام کو چلانے کے لئے دو بنیادی اصول ہیں' ایک قانون دوسرے اخلاقی اور ذہنی تربیت گویا اس گاڑی کے یہ دو پہیئے ہیں جس پر اس کے چلنے کا مدار ہے۔ نفاذ قانون کا سیدھا اور سہل طریق کار آپ نے کسی درجے میں دیکھ لیا۔ اب تعلیم و تربیت کے نظام کو دیکھئے۔

نظامِ تعلیم و تربیت

اسلام کے نظام تعلیم و تربیت پر نظر ڈالنے سے پہلے ایک سرسری نظر اس پر ڈالئے جو آج کی دنیا میں محکمہ تعلیم اور اس کے دفاتر۔ ان میں کام کرنے والوں کی تعداد اور پرائمری اسکول سے لے کر یونیورسٹی تک جو انتظامی جال پھیلا ہوا ہے اس کی وسعت اور اس پر کروڑوں روپیہ کا خرچ۔ اور اس خرچ کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والوں کے تعلیمی مصارف کے بارگراں اور اور پھر ان سب کے باوجود اس کے نتائج و ثمرات کہ جو بھی علم

وفن ان کو پڑھایا جاتا ہے اس کی استعداد فیصدی کتنے آدمیوں میں پیدا ہوتی ہے اور یہ تعلیم ان کے اخلاق وکردار کو کیسا بناتی ہے۔

اس کے بعد حکیم الحکماء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام تعلیم کو دیکھئے وہ کس طرح فطری اور سہل وسادہ اصول پر مبنی ہے جس میں حکومت کا بھی کوئی بہت بڑا خرچ نہیں اور طالب علم پر تو ایک پیسہ کا بار نہیں۔ جیسا کہ اسی مقالے میں چند ورق پہلے آپ نئی نسل اور بچوں کی تعلیم وتربیت کا ایک اجمالی خاکہ دیکھ چکے ہیں اس سے ہر دیکھنے والا اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہر مسلمان کا گھر بچوں کے لئے پرائمری اسکول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے ہر گھر کو ایک پرائمری اسکول بنادیا ہے جس میں غیر شعوری طور پر بچے ہوش سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ضروری تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں۔

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو فطری طور پر اس کو پاکی ناپاکی کی تمیز ہونے لگتی ہے اس وقت ماں باپ کے لئے حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھنا سکھائیں مسجد میں ساتھ لے جائیں عام مساجد ثانوی مدارس کا کام انجام دیتی ہیں۔ غور کیا جائے تو ہماری مساجد ثانوی مدارس کے قائم مقام ہیں جہاں ہر طرح کے اہل علم وفضل جمع ہوتے ہیں ان کے وعظ وپند بھی ہوتے ہیں۔ ان کی صحبت سے غیر شعوری طور پر وہ علم وحکمت کے دروازے کھلتے ہیں جو بہت سی کتابیں پڑھنے سے بھی میسر نہیں آتے۔

یہ تو تعلیم اہل علم وفضل کی صحبت وتلقین سے حاصل ہوگی، اس کے علاوہ عام مسلمانوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فریضہ عائد کردیا ہے کہ اگر اپنے کسی بھائی مسلمان کو کسی غلطی میں مبتلا دیکھو تو اس کو اس سے

باز رکھنے کی کوشش کرو۔ ہوسکے تو ہاتھ یعنی قوت کے ذریعہ روک دو یہ نہ ہوسکے تو زبانی فہمائش کردو اور یہ بھی نہ ہوسکے تو ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اس کے فعل کو اپنے دل سے برا سمجھو۔ ہاتھ سے روکنے کی صورتیں دو ہیں ایک تو حکام کے لئے جو بزورِ قانون برائی سے روک سکتے ہیں۔ دوسرے اپنے خاص عزیز دوست یا اولاد کو جن پر ان کا قابو ہے اور زبانی فہمائش ہمدردی کے ساتھ ہر ایک کے لئے ہوسکتی ہے۔

غور کیجئے کہ جب ہر مسلمان کو اس کی ہدایت ہے کہ اس کو جو مسئلہ دین کا معلوم ہو اور اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو دیکھے تو اس کا فرض ہے کہ اس کو اس سے باز رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرے۔ تو اس اصول سے دینی تعلیم کی اشاعت کس قدر آسان طریقہ پر بالکل مفت بلکہ جبری ہو جاتی ہے۔ نماز گھر میں ادا کی جاسکتی تھی مگر اس کے لئے مساجد کے اجتماع میں ایک عظیم فائدہ یہ تعلیم و تلقین کا بھی مضمر ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ بن کر اس کے غلط اقدامات پر اس کو متنبہ کرے تو پوری قوم کی تعلیم اور ساتھ ہی عملی تربیت کس قدر آسان طریقہ پر ہو جاتی ہے جو نہ کسی اسکول میں ممکن ہے نہ کسی مدرسہ میں۔ ہاں اس حکم کے ساتھ یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ دوسرے کو غلطی پر مطلع کرنے کے لئے ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ غالب ہو۔ نرمی کے ساتھ تنہائی میں سمجھایا جائے جس سے اس کو ٹھیس نہ لگے۔ ضد پر نہ آجائے۔ قرآن کریم نے جہاں حق کی دعوت کا مسلمانوں کو حکم دیا وہیں اس کے لئے یہ شرائط بھی لگادیں۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ دانشمندی اور اچھی خیر خواہی کے ساتھ۔ دانشمندی کا مقصد یہ

ہے کہ کہنے سے پہلے اس پر غور کرے کہ مخاطب کو یہ بات کس وقت کس حال میں کس عنوان سے پہونچاؤں جو اس کے دل میں اتر سکے پھر بات بھی اس کی خیر خواہی کے پیش نظر ہو اپنی بڑائی جتلانا یا دوسرے کو رسوا کرنا مقصود نہ ہو۔ اسی لئے موعظہ کے ساتھ حسنہ کی قید لگا کر اس پر تنبیہہ کردی گئی۔ مسلمانوں کی عام جہالت و غفلت نے جہاں سارے اسلامی اصول و فروع کو مختل کردیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اول تو کوئی کسی کو برائی پر ٹوکتا ہی نہیں اور جو کسی کو ٹوکنے کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے تو اس میں مذکورہ آداب و شرائط نہیں ہوتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ زریں اصول تعلیم و اصلاح مساجد و محافل میں لڑائی جھگڑے اور اختلاف و افتراق کا موجب ہو جاتا ہے اور یہ کوئی دینی امور کے ساتھ مخصوص نہیں تمام دنیوی کاروبار میں ہر وقت کا مشاہدہ ہے کہ بہتر سے بہتر مقوی غذا یا دوا کو اگر غلط طریقہ سے استعمال کیا جائے تو وہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر صحیح عمل کیا جائے تو بچے کے لئے آغوش مادر اور اس کا گھر ایک بہترین ابتدائی مدرسہ بن جاتا ہے اور ہر مسجد ایک ثانوی تعلیم کا بہترین مدرسہ ہو جاتی ہے جس میں علم کے ساتھ عمل اور تعلیم کے ساتھ ذہنی و اخلاقی تربیت ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے اور تعلیم کا اصل مقصد جو انسان کو انسان کامل بنانا ہے اس کے درجات تدریجاً طے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیم

اب صرف اعلیٰ تعلیم رہ جاتی ہے جس کے لئے قرونِ اولیٰ میں علماء کی

مجلسیں اور درس و تدریس کے حلقے ہر شہر و قصبے میں جاری تھے یہ تعلیم بھی بالکل مفت تھی۔ بعد میں مستقل مدارس اور تعلیم گاہوں کے قیام کی صورت عمل میں آئی۔

دنیوی علوم و فنون اور غیر ملکی زبانوں کی تعلیم

اصولِ تعلیمات تو سب کتاب و سنت میں موجود ہیں دنیوی اور اقتصادی یا ہنگامی ضرورتوں کے لئے جو کام سیکھنا ضروری ہیں ان کا انتظام بھی اس سادہ نظام کے ساتھ جاری رہا۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں میں جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کے ذمے یہ خدمت لگائی گئی کہ وہ صحابہ کرامؓ کو لکھنا سکھائیں۔ دوسری زبانیں جاننے اور سیکھنے کا بھی بقدر ضرورت انتظام تھا۔ رومی، فارسی اور حبشی زبان جاننے والے صحابہ کرام میں موجود تھے۔

صنعت و حرفت کا انتظام

ضرورت کے مطابق صنعت و حرفت کا سیکھنا سکھانا بھی جاری تھا اور اس کے لئے بعض اوقات اس کی بھی نوبت آئی کہ کہیں باہر جا کر سیکھا جائے۔

آلاتِ حرب کی صنعت سیکھنے کے لئے صحابہؓ کا اہتمام

حافظِ حدیث ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہما غزوۂ حنین میں اس لئے شریک نہیں ہو سکے کہ وہ بعض جنگی سامانوں کی صنعت سیکھنے کے لئے جرش میں مقیم تھے وہاں رہ کر دبابات ضبور۔ منجنیق کی صنعت سیکھی۔ (البدایہ والنہایہ بیان غزوۂ حنین ص ۳۴۵ ج ۴)

دبابہ اور ضبور قلعہ کے محاصرہ کے وقت تیروں تلواروں کی بوچھاڑ سے بچ کر قلعہ تک پہونچانے والی ایک قسم کی گاڑی تھی جس میں بیٹھ کر اس کو چلایا جاتا تھا اسی کی ترقی یافتہ شکل آج کل کے ٹینک ہیں بعض اہل علم سے سنا ہے کہ انگریزوں نے قلعہ میسور کی فتح کے وقت بھی اسے استعمال کیا تھا۔ منجنیق وہ آلہ تھا جس سے بھاری پتھر اٹھا کر پھینکے جاتے تھے۔ قلعہ شکن توپوں کی ایجاد سے پہلے ان سے کام لیا جاتا تھا محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے وقت سب سے پہلے مقام دیبل کے قلعہ پر اس کو استعمال کیا تھا۔

غور کیجئے کس قدر سہل سادہ بلا خرچ تعلیم کا نظام ہے جس کے ذریعہ علمی استعداد کی تکمیل اخلاقی اور ذہنی ارتقاء عمل اور کردار کا استحکام ساتھ ساتھ ہو رہا ہے اور تعلیم کا اصل مقصد انسان کو صحیح بنانا کس آسانی کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔

یہاں ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ اس وقت سادہ زندگی و سادہ معاشرت پوری دنیا میں عام تھی اس کے لئے زیادہ تعلیم کی ضرورت نہ تھی مذکورۃ الصدر، نظام تعلیم اس قدرِ تعلیم کے لئے کافی تھا آج کی دنیا کہیں سے کہیں پہونچ گئی۔ علم و تعلیم کے اتنے بے شمار شعبے ہو گئے کہ ان کے حاصل کرنے کے لئے یہ پچھلا نظام کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا۔

لیکن اگر کوئی شخص اسی سادہ مختصر نظام تعلیم کے تعلیم یافتہ حضرات

کے کارناموں پر ایک طائرانہ نظر بھی ڈال کر دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اسی سادہ نظامِ تعلیم کے تعلیم یافتہ حضرات نے حکومت۔ سیاست و حکمت میں وہ مقام حاصل کیا تھا کہ ساری دنیا کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ کسی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ نہیں تھے عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ نے کہیں باہر سے علوم حاصل نہیں کئے تھے۔ خالد بن ولید' ابو عبیدہ بن جراح' عمرو بن عاص 'عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس سادہ نظامِ تعلیم کے علاوہ کہیں سے جا کر کچھ نہیں سیکھا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو اگر صحیح طور پر حاصل کر لیا جائے تو انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورت ایسی نہیں جس کے لئے اس میں بہترین اور واضح ہدایات نہ ہوں شخصی اور خانگی زندگی کے تمام شعبوں سے لے کر قبائلی اور ملکی اور بین الاقوامی معاملات کے متعلق ایسا بہترین دستور العمل موجود ہے کہ اس پر عمل کیا جائے تو پوری دنیا امن و چین اور اطمینان و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو صرف ہم مسلمان ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں سے بر سرپیکار رہے ہیں ان کو بھی اس کے اعتراف سے چارہ نہیں ہے۔

ایک فرانسیسی مسیحی مُدبّر کی شہادت

اس کی بے شمار شہادتوں میں سے اس وقت صرف ایک شہادت ایک ایسے مسیحی شخص کی پیش کی جاتی ہے جو فرانس کا ایک مشہور سیاسی مدبّر ہے اس نے مسلمانوں کے حالات و عزائم کا پورا پتہ چلانے کے لئے تیس سال

اسلامی ممالک میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے گزارے اور الجزائر' تونس' استنبول مصرو حجاز میں رہ کر عربی زبان اور تمام علوم اسلامیہ حاصل کئے اور واپس جا کر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے۔ثلاثون عاما فی الاسلام۔ یعنی اسلام میں تیس سال۔ اس سیاسی مدبر کا نام ہے "سولیون روش" اس کی اپنی تحریر کے چند جملے عربی سے اردو میں ترجمہ کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

"میں نے ایک زمانۂ طویل اسلام کو گلے لگائے رکھا جس کا مقصد یہ تھا کہ میں کسی طرح امیر عبدالقادر کے خواص میں داخل ہو کر ان کے راز معلوم کروں اور میں اس میں کامیاب ہو گیا امیر موصوف نے مجھ پر پورا اعتماد کرلیا اور مجھے اپنا سیکرٹری مقرر کرلیا۔

میں نے اس دین (اسلام) کو جس کی اکثر لوگ برائی کرتے ہیں اپنی معلومات کے مطابق تمام ادیان و مذاہب سے بہتر پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی ایک دین ہے جو انسانی فطری طبیعی اور اقتصادی اور اخلاقی کہلانے کا مستحق ہے میں نے آپ کے تمام قوانینِ حکومت میں کوئی ایسا قانون نہیں پایا جو اسلام میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ بلکہ میں نے اس قانون کا مطالعہ کیا جس کو "جول سیمون" قانون فطری کہتا ہے تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ پورے کا پورا اسلام سے لیا گیا ہے۔

پھر میں نے اس کی تحقیق کی کہ مسلمانوں کے نفوس

میں اس دین نے کیا آثار پیدا کیئے تو میں نے دیکھا کہ اس
دین نے ان کے قلوب کو شجاعت سخاوت، شرافت اور
بزرگی سے بھر دیا بلکہ میں نے محسوس کیا کہ ان کے نفوس
ان تمام مضامین عالیہ کے ماہر ہیں جو فلاسفہ اپنی حکمت و
دانش سے حاصل کرتے ہیں وہ ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں
جہاں شر و فساد۔ لغو اور جھوٹ کو کوئی نہیں جانتا مسلمان
سادہ دل ہیں جو کسی پر بد گمانی نہیں کرتے۔ اور وہ اپنے
طلب معاش میں کسی ناجائز و حرام کو استعمال نہیں کرتے۔
اسی وجہ سے وہ مال و دولت میں اسرائیلیوں اور بعض
مسیحیوں سے اکثر کم رہتے ہیں۔

اور میں نے اسلام میں ایسے دو مسئلوں کا بہترین
حل پایا جس میں تمام دنیا بری طرح مبتلا ہے ایک قرآن کا
یہ قول۔ انما المومنون اخوۃ۔ یعنی سب مسلمان آپس
میں بھائی بھائی ہیں جو مساوات کا ایک بہترین اصول
ہے۔ دوسرے ہر مال والے پر زکوٰۃ کا فرض عائد کرنا
اور فقراء کا حق ان کے مال میں قرار دینا جس کو اگر
مالدار نہ دیں وہ جبراً بھی وصول کر سکتے ہیں"۔

(الاسلام روح المدینہ مصنفہ مصطفٰی غلامینی قاضی بیروت
ص ۳۹، ۴۰)

(غالباً اس کی مراد زکوٰۃ کے جبراً وصول کرنے سے یہ ہے کہ اسلامی
حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کر کے فقراء کا حق ان کو دلوانے کی ذمہ دار ہے) آج

کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ مسلمان اپنے گھر کے جواہرات کو چھوڑ کر دوسروں سے سنگریزوں کی بھیک مانگنے پر تیار ہو گئے۔ کتاب وسنت کی تعلیمات سے یکسر بے خبر ہو کر اپنے ہر کام میں غیروں کی طرف دیکھنے اور ان کی نقالی کرنے ہی میں فخر محسوس کرنے لگے اس نے ان کے ہر کام' ہر شعبہ زندگی کو ایک لاینحل معمّہ بنادیا۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کا نظام فطری اصول پر سادہ وسہل اور ہر شعبۂ زندگی پر حاوی اور سوفیصدی کامیاب رہا ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت کی تعلیم ہے۔ وقتی اور دنیوی ضرورتوں کے لئے بقدر ضرورت صنعت وحرفت' زراعت وتجارت سبھی کچھ سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔

بات دور چلی گئی یہاں نظامِ حکومت یا نظامِ تعلیم پر کوئی تفصیلی بحث مقصود نہیں' بتلانا صرف یہ ہے کہ حکیم الحکماء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام اور ہر چیز کا جو نظام خلق خدا کو عطا فرمایا وہ نہایت مکمل اور مفید وکامیاب ہونے کے ساتھ سادہ سہل اور کم خرچ بالا نشین تھا۔ جب سے دنیا نے اس کو چھوڑا قانونی مشینری اور طویل طویل دفتری نظام کی بھول بھلیاں تو ضرور وجود میں آئی جو ایک ظاہر بین شخص کے لئے ممکن ہے کہ نظر فریب ہو مگر نتائج اور عواقب کے اعتبار سے دنیا نے مشاہدہ کرلیا کہ وہ بالکل ناکام ثابت ہوئی۔

آج کی دنیا میں انصاف قائم کرنے اور جرائم کو روکنے اور ملک میں علم وتعلیم کو اور اس کے ذریعے اخلاقِ حَسَنَہ کو عام کرنے کے نام پر ہزاروں مستقل ادارے قائم ہیں' لاکھوں تعلیم یافتہ ماہران میں کام کرتے ہیں۔

اربوں روپیہ ان پر صرف ہوتا ہے مگر نتائج پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روز بروز انصاف رخصت ہوتا جاتا ہے جرائم بڑھتے جاتے ہیں علم و تعلیم کا معیار پست ہوتا جاتا ہے۔ اخلاق کی گراوٹ انتہا کو پہنچتی جاتی ہے اور ملک وملت کے بہی خواہ جب اس افراتفری کو دیکھتے ہیں تو ایک پولیس پر دوسری اسپیشل پولیس کا ادارہ ایک خفیہ پر دوسرا خفیہ' ایک ادارہ کی اصلاح کے لئے اور ایک ادارہ قائم کرتے جاتے ہیں اور پھر ہر زمانے میں نتیجہ یہی رہتا ہے کہ

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

وجہ وہی ہے جو اوپر بار بار ذکر کی جاچکی ہے کہ قانون اور قانونی مشینری کوئی خود کار مشین نہیں اس کو چلانے کے لئے انسان درکار ہے اور اسی کا قحط ہے بقول سلطان عالمگیرؒ کے دنیا میں وہ چیز جو سب جگہ ہونے کے باوجود نہیں ہے وہ انسان ہے۔ اور صحیح انسان بننے کا راستہ بجز اسلامی نظریۂ توحید اور آخرت کے کوئی نہیں۔

اسلامی نظریہ اور نظام کے ثمرات :

"امن وامان' عدل وانصاف' سلامت وسکون۔"

اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ سید الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظریہ اور نظام خلق خدا کو عطا فرمایا اور اس کے دو بنیادی اصول تھے اول انسان کو خوف خدا و آخرت کے ذریعے اخلاقی اور ذہنی اعتبار سے مکمل انسان بنانا' جو مال ودولت ' جاہ وحشم اور خواہشات نفسانی کی تحصیل میں ایسا مست نہ ہو کہ ہر جائز وناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کی فکر کرے دوسروں کے حقوق چھینے اور تکلیف پہنچائے۔

بلکہ دوسروں کے حقوق پورا کرنے کا قوی جذبہ اور اپنے حقوق سے چشم پوشی اور عفوودرگذر اس کا شیوہ ہو۔ ظاہر ہے کہ جس دنیا میں ایسے انسان آباد ہوں وہاں ظلم وجور، قتل وغارت، فسق وفجور کا وجود کیسے متصور ہوسکتا ہے۔

دوسرا بنیادی اصول یہ رہا کہ ہر کام میں اچھے برے اور صحیح وغلط، مفید ومضر کا معیار انسان کے اپنے دماغ کی پیداوار سے نہیں بلکہ خالق کائنات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اصول سے طے کیا جائے۔ اس کے ہر قانون کی بنیاد حکم خدا ورسول ہو اور ہر کام کا مقصد ان کی رضا ہو۔

ان دونوں اصولوں کا لازمی نتیجہ وہ تھا جو دنیا نے آنکھوں سے دیکھا اور اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک ان اصولوں پر عمل ہوتا رہا۔ اور آج بھی جس خطہ ملک میں ان پر پورا عمل ہو جائے وہ یقیناً راحت وسکون کی جنت بن سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فداہُ ابی واُمّی پورے عالم کے لئے پیغمبر امن وامان اور سلامت وراحت بن کر تشریف لائے تھے جس وقت تک دنیا نے آپ کے پروگرام پر عمل کیا امن وچین کا دور دورہ رہا۔ جب چھوڑا تو فتنہ وفساد، ظلم وجور اور طرح طرح کے جرائم پھوٹ پڑے۔ دنیا نے امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے اور انسداد جرائم کے لئے سینکڑوں مختلف قسم کے نظام چلا کر دیکھ لئے اور نتیجہ سب کے سامنے یہ آیا کہ جوں جوں یہ نظام بڑھے جرائم کا طوفان بڑھا۔ انصاف رخصت ہوا۔ امن واطمینان کا کہیں نام نہ رہا۔ اب ذرا اس میدان میں آگے بڑھنے

کے بجائے کچھ پیچھے لوٹ کر دیکھیں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام کو زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ ہی کے لئے امتحان ہی کے طور پر سہی آزما کر دیکھیں اور پھر اس کا مشاہدہ کریں کہ دنیا کا امن وامان، راحت وسلامتی صرف پیغمبر امن وسلامت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قدموں سے وابستہ ہے۔

اس کے تاریخی شواہد عہدِ رسالت اور پھر خلفائے راشدین اور صحابہ وتابعین کے دورِ حکومت میں مسلسل اور بعد کے زمانوں میں جب کہیں اس نظام کو پورا جاری کیا گیا اس جگہ ایسے مشاہد ہیں کہ مخالف معاند کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔

خیال تھا کہ اس جگہ اس کے چند نمونے تاریخ اسلام سے پیش کئے جائیں۔ مگر اس وقت اس مقالہ کو مزید طوال دنیا وقت کی گنجائش اور اپنے مشاغل کے اعتبار سے آسان بھی نہیں اور تاریخ اسلام میں ان کے نمایاں اور واضح ہونے کے پیش نظر ضرورت بھی نہیں۔ اس لئے بالفعل اسی پر مقالے کو ختم کرتا ہوں۔

فتقبل منا انك انت السميع العليم وانت
المستعان و عليك التكلان

تصانیف

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی

- آسان نیکیاں
- اندلس میں چند روز
- اسلام اور سیاستِ حاضرہ
- اسلام اور جدّت پسندی
- اصلاحِ معاشرہ
- اصلاحی خطبات (۴ جلد)
- احکامِ اعتکاف
- اسلام اور جدید معیشت و تجارت
- اکابرِ دیوبند کیا تھے؟
- بائبل سے قرآن تک (۳ جلد)
- بائبل کیا ہے؟
- تراشے
- تقلید کی شرعی حیثیت
- جہانِ دیدہ (بیس ملکوں کا سفرنامہ)
- حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق
- حجیّت حدیث
- حضورؐ نے فرمایا (انتخابِ حدیث)
- حکیمُ الامت کے سیاسی افکار
- درسِ ترمذی (۳ جلد)
- دینی مدارس کا نصاب و نظام
- ضبطِ ولادت
- عیسائیت کیا ہے؟
- علومُ القرآن
- عدالتی فیصلے (شرعی عدالتِ عظمیٰ کے ۸ فیصلے)
- فرد کی اصلاح
- فقہی مقالات
- مآثرِ حضرت عارفی
- میرے والد۔ میرے شیخ
- ملکیتِ زمین اور اُس کی تحدید
- مُطابقِ سُنّت نماز بخوانید
- نقوشِ رفتگاں
- نفاذِ شریعت اور اُس کے مسائل
- نمازیں سُنّت کے مُطابق پڑھیئے
- ہمارے عائلی مسائل
- ہمارا تعلیمی نظام
- ہمارا معاشی نظام

تکملۃ فتح المُلہم شرح صحیح مُسلم (۶ جلد) (عربی)
مَاهِيَ النَصرانيه؟ (عربی)
نظرة عابرة حَول التعليم الإسلامي (عربی)
احكامُ الاَوراق النقدية (عربی)
بحوث في قضايا فقهية مُعاصِرة (عربی)

The Authority of Sunnah.
The Rules of I' tikaf.
What is Chiristianity?
Easy Good Deeds.
Perform Salah Correctly.